علیہ وسلم کو بھی اپنے ساتھ رکھا ہے اور ان کی بھی وہی حیثیت رکھی ہے جو اللہ کی اپنی حیثیت ہے۔ جیسے سورۃ الحجرات کے آغاز میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ

اسی طرح سورۂ احزاب کے آخر میں فرمایا:

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً

سورۂ آل عمران (آیت ۳۲) میں فرمایا:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فإن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ نے بطور آمر ونا ہی مطاع مطلق کی حیثیت سے بیان فرمایا:

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں جو دیں، وہ لے لو اور جس سے روک دیں، رک جاؤ۔'' (الحشر، ۷)

سورۃ النور کے آخر میں فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

'جو لوگ اس (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، وہ اس بات سے ڈریں کہ ان پر کوئی آزمائش آ جائے یا ان کو کوئی دردناک عذاب آ پہنچے۔'' (النور، ۶۳)

اسی طرح قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فرائض منصبی بیان فرمائے ہیں، ان میں تلاوت آیات کے ساتھ ساتھ تعلیم کتاب وحکمت کا بھی ذکر ہے۔ (الجمعۃ ۲۔ البقرۃ، ۱۵۱) ظاہر بات ہے کہ یہ تعلیم کتاب وحکمت، تلاوتِ آیات سے یکسر مختلف چیز ہے۔ اگر آپ کا مقصد بعثت تلاوت آیات ہی ہوتا، اس کی تعلیم وتشریح آپ کی ذمہ داری نہ ہوتی تو قرآن تعلیم کتاب وحکمت کے الگ عنوان سے اس کا ذکر کبھی نہ کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم کتاب وحکمت بھی آپ کا منصب ہے اور اس سے مراد آپ کی وہی تشریح وتبیین ہے جس کی وضاحت گزشتہ صفحات میں کی گئی ہے۔

بہر حال قرآن کریم کی بیان کردہ تفصیلات سے واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت نعوذ باللہ صرف ایک قاصد اور ''چھٹی رساں'' کی نہیں ہے، بلکہ آپ کی حیثیت ایک مطاع ومتبوع، قرآن کے معلم ومبین اور حاکم وحکم کی ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فرامین صحیح سند سے ثابت ہیں، وہ دین میں حجت اور اسی طرح واجب الاطاعت ہیں جس طرح قرآنی احکام پر عمل کرنا اہل ایمان کے لیے ضروری اور فرض وواجب ہے۔ (جاری)

مباحثہ ومکالمہ

مکاتیب

(۱)

لکھنؤ۔۲۲؍جنوری ۲۰۱۵

بخدمت محترم مولانا راشدی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کل جنوری کا شمارہ موصول ہوا ہے۔ پشاور کا سانحہ یہاں ہم سب کو ہلا گیا۔ ہائے بے دردی وسنگدلی! اس پر محمد مشتاق احمد صاحب کا فقہی کلام ''سوچا سمجھا جنون'' بڑی بروقت چیز نظر آئی۔ اس سلسلہ میں کچھ اور بھی آنا چاہیے۔ اور شیخ الازہر کے نام مکتوب کی روشنی میں امید کی جانی چاہیے کہ آپ خلافت قائم کرنے کے صحیح طریقہ کی کچھ وضاحت ضرور فرمائیں گے۔ اور صاحب یہ مرحوم شکیل اوج صاحب کے حوالہ سے میرے خط پر جن صاحب نے بڑا شکوہ کیا ہے تو آپ اگر ایک سطر کا نوٹ اس پر دے دیتے تو ان کی جذباتی جراحت ضرور کم ہو جاتی اور مجھے ان کا غم غلط کرنے کے لیے کچھ کہنے کی ضرورت نہ محسوس ہوتی۔ آپ انھیں توجہ دلا سکتے تھے کہ اُس غریب نے تو مجھے خط اس عنوان سے لکھا تھا کہ شکیل صاحب کے بارے میں میرا مضمون پڑھ کر اسے ڈر ہوا کہ سید سلمان ندوی صاحب کے نام اپنے خط میں اس نے جو کچھ اوج صاحب کے بارے میں لکھا، وہ کہیں بے جا نہ رہا ہو۔ نہ یہ کہ اس کا مقصد شکیل صاحب کو ''نا قابلِ توجہ'' بتانا رہا ہو۔ اور کیا اچھا ہوتا کہ آپ موصوف کو اس مفروضہ سے بھی، جو ان کے لیے اہل مدارس پر تبرے کا باعث ہوا، نکال دیتے کہ ہو نہ ہو، یہ عتیق صاحب بھی منجملۂ اربابِ مدارس ہیں۔ چلیے، خیر اس بہانے آپ سے سلام دعا ہو گئی۔

ایک بات کہنے کا تقاضہ پہلے سے چل رہا تھا، وہ بھی عرض کر دوں کہ یہ جو ''اردو تراجم قرآن پر ایک نظر'' کا سلسلہ ہے، خیال ہوتا ہے کہ اس کی قسطیں اگر چھوٹی کر دی جائیں تو زیادہ دلچسپی سے پڑھا جائے، ورنہ افادیت اپنی جگہ، ہے ایسی سپاٹ چیز کہ کہ زیادہ دیر دلچسپی کم ہی لوگوں کو رہ سکتی ہے۔ والسلام

نیازمند، عتیق

(۲)

محترم المقام جناب زاہد الراشدی صاحب

السلام علیکم! الشریعہ جنوری 2015 کی اشاعت میں ایک مخلص علمی شخصیت جناب عتیق الرحمٰن سنبھلی کے نہایت

مختصر، عاجزانہ و دردمندانہ خطوط کے رد میں ڈاکٹر شہباز منج صاحب کا ایک تفصیلی تنقیدی مضمون نما خط شائع کیا گیا ہے۔ محترم ڈاکٹر شہباز منج صاحب کی تنقید پڑھ کر دلی دکھ اور صدمہ ہوا کہ اہل علم اس طرح کی الجھی ہوئی اور باہم متضاد باتیں بھی پورے اعتماد سے اور بڑے دھڑلے سے کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محترم شہباز منج کا پورا مضمون ہی باہم الجھا ہوا اور عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب پر محض فرضی، خیالی اور خود ساختہ الزام کو زور قلم سے منوانے کی کوشش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جناب عتیق الرحمٰن سنبھلی کے خطوط کا جائزہ لے لیا جائے۔

ا۔ الشریعہ کے نومبر 2014 میں شائع ہونے والے اپنے پہلے خط میں جناب سنبھلی ڈاکٹر شکیل اوج صاحب کے بارے میں علم و دلیل کی بنیاد پر قائم ہونے والی اپنی رائے پر پریشانی کا اظہار ان الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ: ''میرے جواب کی رو سے اوج صاحب قابل توجہ ہی نہ تھے جبکہ آپ کی تحریر سے پتہ چلا کہ وہ تو بڑی ذی علم ہستی تھی۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ ذرا وقت نکال کر یہاں اٹیچ کردہ میرا خط پڑھ لیں اور میں نے جس بنیاد پر مرحوم کے خیالات کو رد کیا اس کے بارے میں بے تکلف بتائیں کہ کیا میں اس میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔''

۲۔ اس کے بعد جناب سنبھلی کا وہ خط شائع کیا گیا ہے جس میں انہوں نے ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم کے استدلال کو علمی بنیادوں پر رد کیا ہے۔ جناب سنبھلی کے اس نہایت مختصر علمی خط، جس میں انہوں نے ڈاکٹر شکیل اوج کے استدلال کو قرآنی دلیل سے رد کیا ہے، کا نقطہ عروج وہ آخری جملہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''سورۂ مومنون کی آیت (۵) میں صریح طور پر قابل تمتع عورتوں کی دو کیٹگریز قائم کی گئی ہیں: اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَو مَا مَلَکَتْ اَیمَانُھُمْ فَاِنَّھُم غَیرُ مَلُومِینَ۔ آپ اس دوئی کو کس دلیل سے کالعدم کریں گے؟''

آنجناب نے جناب سنبھلی کے اس استدلال کو قبول کرتے ہوئے جواباً تحریر فرمایا کہ ''مجھے آیت کریمہ کے مصداق کے حوالے سے آپ کے موقف سے کلی اتفاق ہے'' اور یہ کہ ''کسی بھی قرآنی حکم پر جمہور اہل علم کے اجتماعی موقف سے انحراف کو درست نہیں سمجھتا''۔

۳۔ آنجناب کے اس جواب کے جواب میں جناب سنبھلی کا کمال اختصار، عاجزی اور خلوص دل سے لکھا ہوا خط الشریعہ دسمبر 2014 میں شائع ہوا جس میں جناب سنبھلی نے توجہ دلائی کہ ''اوج صاحب نے اپنے مضمون میں جس چیز کے خلاف داد تحقیق دی تھی وہ موقف جمہور ہی نہیں، امر منصوص تھا مگر آپ کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وسعت قلب اس کی سمائی کے لیے بھی تنگ نہ تھی۔ مولانا! مجبانہ عرض ہے کہ ذرا نظر ثانی کی ضرورت سمجھیں......کوئی بات اپنی حد سے بڑھ کر لکھ دی ہو تو درگزر فرمائیے گا''

جناب سنبھلی کا یہ وہ نہایت مختصر علمی استدلال تھا جو علمی جواب کا متقاضی تھا، لیکن افسوس الشریعہ نے آپ کی ذات کی حد تک جناب سنبھلی کے استدلال کو درست تسلیم کیا۔ لیکن جنوری 2015 کے الشریعہ میں ڈاکٹر شہباز منج کے تقریباً پانچ صفحاتی جذباتی اور غیر علمی دلائل پر مبنی خط نما مضمون نے جناب سنبھلی کے نہایت مختصر علمی خطوط پر شدید ردعمل کا اظہار فرمایا ہے جو کسی طور بھی ایک صاحب علم شخصیت کے شایان شان نہیں۔ کوئی عامی اور علم و دین سے عاری شخص ایسے سطحی

جذباتی ردعمل کا اظہار کرے تو اسے کسی حد تک معذور سمجھا جا سکتا ہے مگر علم و دین کی بلند مسند پر فائز کسی علمی شخصیت کی طرف سے اس طرح کی کج روایانہ روش، طعنہ زنی اور دلیل وسند سے عاری تعریض وطنز سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا یہ نہایت افسوس کا مقام نہیں ہے کہ ''اکابر کے قصیدہ خواں، صاحب جبہ ودستار، دارالعلوم کی ملکیت اور بڑی پگڑی'' کی تراکیب استعمال کر کے ڈاکٹر شہباز منج نے جناب سنبھلی پر ناحق طعن وطنز فرمایا ہے۔ جناب سنبھلی نے تو قرآن حکیم کی آیت سے محکم استدلال کرتے ہوئے شکیل اوج کا رد فرمایا۔ انہوں نے تو واضح طور پر لکھا ہے کہ (لونڈی کا زیر بحث معاملہ) محض جمہور ہی نہیں بلکہ (قرآن حکیم کی آیت کا) امر منصوص ہے۔ اپنی محکم دلیل پیش کرنے کے باوجود محترم عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''میں نے جس بنیاد پر مرحوم کے خیالات کو رد کیا اس کے بارے میں بے تکلف بتائیں کہ کیا میں اس میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔'' حیرت یہ ہے کہ ڈاکٹر شہباز منج علم ودلیل کی بجائے خام جذبات سے کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر مولانا سنبھلی کی دلیل کا کوئی معقول اور علمی جواب ان کے پاس تھا تو وہ عنایت فرماتے۔ لیکن بجائے یہ درست راستہ اپنانے کے انہوں خواہ مخواہ طعن اور طنز کے نشتر چلانے پر اکتفا کیا اور جناب سنبھلی کے صائب اور قرآنی موقف کو اٹکل پچو اور عامیانہ انداز سے حقیر ثابت کرنے کی سعی فرمائی۔

منج صاحب نے ''اکابر اور اجماعی موقف'' کے الفاظ طعن اور طنز کے طور پر اس طرح چبا چبا کر ادا کیے ہیں، جس سے تاثر ملتا ہے کہ شاید جناب عتیق الرحمٰن سنبھلی نے اپنا سارا زور استدلال انہیں دو بنیادوں پر استوار کیا ہو۔ حالانکہ جب ہم جناب سنبھلی کے آدھے آدھے صفحے کے تینوں خطوط کو دیکھتے ہیں تو ان میں ''اکابر اور اجماعی موقف'' نامی کوئی ہوّا کہیں بھی ہمیں دکھائی نہیں دیتا جس سے ڈر کر ڈاکٹر شہباز منج خوف سے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اس کے برعکس جناب عتیق الرحمٰن سنبھلی نے تو اپنا استدلال قرآن حکیم کی واضح اور بین آیات اور نصوص سے کیا ہے۔ ڈاکٹر شہباز منج صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ بھی علمی انداز اختیار کرتے ہوئے دلیل کا جواب دلیل سے دیتے مگر افسوس انہوں نے علمی روش اختیار نہیں کی۔ یہ کیا بات ہوئی کہ اگر کوئی پروفیسر صاحب قرآن کی محکم وواضح نصوص کی بجائے قرآن وحدیث کی متشابہات کے پیچھے پڑ کر اور عقل کا غلط استعمال کرتے ہوئے زیغ (فکری بے راہ روی) کا سبب بن رہا ہو اور کوئی دوسرا صاحب علم اپنی عاجزی، اعلیٰ ظرفی اور اعتدال پر مبنی سوچ وطبیعت کی بنا پر نرمی اختیار کرتے ہوئے ان بیچارے پروفیسر صاحب کے زیغ کی وجہ سے ان کو قابل توجہ ہونے کا حقدار قرار نہ دے تو آپ اکابر پرستی اور جبہ ودستار کا طعنہ دے کر اس کے علمی استدلال کو ہوا میں اڑانے کی کوشش کریں! حیران ہوں صاحب علم بھی ایسی روش اختیار کر سکتے ہیں؟

حیرت اس پر بھی ہے کہ مولانا سنبھلی ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم کے غلط موقف/ مقالہ کی تردید میں بجائے صفحے کے صفحے سیاہ کرنے کے ایک محکم وبین قرآنی آیت سے غلطی کو ظاہر وباہر کر کے رکھ دیتے ہیں۔ سورۂ مومنون کی وہ آیت سامنے آنے کے باوجود بھی ڈاکٹر شہباز منج صاحب کا اصرار ہے کہ مولانا سنبھلی کے مقابلے میں ڈاکٹر شکیل اوج کا موقف زیادہ قابل توجہ ہے۔ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا واضح حکم سامنے آجانے کے بعد ہماری زبانیں رک نہیں جانی چاہئیں اور سر تسلیم خم نہیں ہو جانا چاہیے؟ پھر قرآن کی محکم آیت سامنے آنے کے باوجود یہ بحث وتمحیص، قیل وقال اور طعنہ زنی کیا

معنی رکھتی ہے؟ ڈاکٹر شہباز منج صاحب اپنے موقف میں اچھے خاصے الجھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ایک مقام پر وہ ڈاکٹر شکیل اوج کے موقف کی وکالت کرتے پائے گئے ہیں تو دوسرے ہی سانس میں وہ فرماتے ہیں کہ ''اوج صاحب کے استدلال سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور اسے دلیل کی بنیاد پر رد بھی کیا جاسکتا ہے'' آگے چل کر اوج صاحب کی فکری بے راہ روی کو ان الفاظ میں تسلیم بھی کرتے ہیں کہ ''وہ (مولانا زاہد الراشدی) تفردات کے حامل ایسے لوگوں کی فکری بے راہ روی پر گمراہی کا فتویٰ دینے کی بجائے افہام وتفہیم کے ذریعے رجوع کی طرف توجہ دلانے کو ترجیح دیتے ہیں''۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے اپنے خطوط میں ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم پر کیا کوئی فتویٰ لگایا ہے؟ انہوں نے تو (۱) ایک قرآنی دلیل سے ڈاکٹر شکیل اوج کے پورے فلسفے کی عمارت ہی منہدم کر دی۔ (۲) اور ڈاکٹر شکیل اوج کے فلسفے کو قرآن حکیم کی نص کی مخالفت کی بنیاد پر نا قابل توجہ قرار دیا ہے۔ (۳) محترم زاہد الراشدی صاحب سے گلہ کیا ہے کہ وہ ڈاکٹر شکیل اوج صاحب کو علمی طور پر اعتبار کی سند کیوں عنایت فرما رہے ہیں۔انہوں نے علم کی بنیاد پر قرآن وسنت میں غور وفکر کے ایک غلط زاویہ/سوچ کی نااہلیت مختصر پیرائے میں ثابت کی۔ نہ انہوں نے اجماع کی بات کی، نہ ہی اکابر کا ڈنڈا دکھایا، نہ ہی کوئی فتویٰ لگایا۔زیادہ سے زیادہ کہا تو یہ کہا کہ ''میں نے جس بنیاد پر مرحوم کے خیالات کو رد کیا اس کے بارے میں بے تکلف بتائیں کہ کیا میں اس میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں''اب دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ دلیل سے جناب سنبھلی کے موقف کو قبول یا رد کیا جاتا۔مگر افسوس جذبات ہی نے دلیل کا مقام حاصل کر لیا۔کوئی ہم جیسا عامی اور حقیر طالب علم ایسا کرے تو شاید نا قابل التفات ہوتا۔لیکن ڈاکٹر شہباز منج جیسا اہل علم اگر علم و دیانت سے فروتر ایسا رویہ اختیار کرے تو دکھ تو ہوتا ہے۔پھر شہباز منج صاحب کے نقد کا رخ بلا وجہ تمام تر جناب سنبھلی کی طرف ہے، جو سید ابوالحسن ندویؒ کے اسی علمی حلقے اور دانش کدے کے معتدل، متوازن اور معزز رجال میں سے ہیں، جن کی تحریر کا اقتباس ڈاکٹر شہباز صاحب نے غلط طور پر ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم کے حق میں استعمال کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

بزرگوار محترم! کسی درجے میں ڈاکٹر شہباز منج کا شکوہ، گلہ اور غصہ اگر بنتا تو وہ آپ سے بنتا تھا۔اگر ان کے نقد کا رخ آپ کی طرف ہوتا تو کم از کم بات منطقی ہوتی، لیکن یہاں تو ''معقولیت، کامن سینس اور لاجک'' کو دور ہی سے سلام کر دیا گیا ہے۔ میں اس جسارت پر معذرت خواہ ہوں لیکن کیا کروں کہ معاملے کی نوعیت اور سنگینی کی طرف توجہ دلانے کے لیے اس سے زیادہ موزوں الفاظ میرے پاس نہیں۔ جناب سنبھلی کے خط کے جواب میں ان کے موقف کی تائید کرتے ہوئے اجماع کی اور جمہور کی بات آپ نے کی تھی، جس پر اگلے ہی خط میں انہوں نے توجہ دلانا ضروری سمجھا کہ ''اوج صاحب نے اپنے مضمون میں جس چیز کے خلاف داد تحقیق دی تھی وہ موقف جمہور ہی نہیں، امر منصوص تھا''۔اب ''امر منصوص'' کے دو الفاظ سے مولانا سنبھلی نے جس دریا کو کوزے میں بند کیا، ڈاکٹر شہباز منج ایسا اہل علم بھی اگر اس کو نا سمجھ سکے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے؟

لونڈی سے تمتع کے موضوع پر ڈاکٹر شہباز منج شکیل اوج مرحوم کے استدلال کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کی وکالت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ''محض ملکیت کی بنیاد پر مباشرت کا حق تسلیم کر لیا جائے تو مالک ہی نہیں، مالکہ کو بھی یہ

حق دینا پڑے گا‘‘۔ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتایا جائے کہ کیا یہ علمی اہلیت سے عاری اور جہالت پر مبنی استدلال نہیں؟ قرآن حکیم اور سنت نبوی کی واضح، بین اور محکم نصوص سامنے ہونے کے باوجود کوئی صاحب علم اس قسم کا استدلال کر سکتا ہے؟ کیا یہ اسی قسم کا جاہلانہ استدلال نہیں جو آج کل کی مغرب زدہ عورتیں چار شادیوں کی قرآنی اجازت کے خلاف پیش کرتی ہیں کہ اگر مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے تو پھر عورتوں کو بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیے۔علم و دین کی اہم مسند پر فائز اگر کوئی پروفیسر صاحب جاہلانہ باتیں علم کے پیرائے میں کریں تو اہل علم و دین کا فرض ہے اس پر گرفت کریں۔جناب عتیق الرحمٰن سنبھلی نے اگر شکیل اوج مرحوم کو نا قابل توجہ کہا ہے تو یہ تو انہوں نے بڑی نرمی کی ہے یا شاید اس تناظر میں یہ بات کہی گئی ہے کہ شکیل اوج مرحوم کے دلائل میں کوئی واقعی علمی دلیل انہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملی۔اور اگر ملی بھی سہی تو اس کی حیثیت ’’لغو‘‘ سے بڑھ کر نہ تھی۔اب بھلا ایسی لغو ’بات‘‘ سے اگر کوئی ’’اعراض‘‘ کی بات کرے تو اس پر اتنی شدید برہمی کا کیا جواز؟

جو لوگ سوچ اور فہم کے ’’عصری معیارات‘‘ کو حتمی اور اسے آسمانی ہدایت کی طرح معتبر مانتے ہیں، وہ لوگ قرآن وسنت کے ہر ہر تصور و حکم کو عصری معیار پر جانچنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس جانچ میں انہیں قرآن وسنت کی جو جو محکمات بھی عصری معیار سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوں، انہیں وہ (متشابہات کے ذریعے) عصری معیار کے مطابق بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کو اگر مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کے استدلال سے صدمہ پہنچا ہے تو بات قابل فہم ہے کیونکہ مولانا سنبھلی کا استدلال صرف قرآن وسنت کو آسمانی ہدایت کا درجہ دیتا ہے اور عصری معیارات کی ہر ہر چیز کو قرآن وسنت کی روشن نصوص (محکمات) کی روشنی میں پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔چنانچہ اس جانچ میں انہیں ’’عصری معیارات‘‘ کی جو جو چیز بھی قرآن وسنت سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہو یہ، ذہن اسے بلا تامل قرآنی محکمات کے مطابق بدل دینے کی دعوت دیتا ہے۔

بزرگوار محترم! منج صاحب کے زیر بحث خط کی اشاعت اگر بہت ضروری تھی تو اس کے ساتھ ہی آپ طرف سے اس وضاحت کا آنا بھی ضروری تھا کہ ’’مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے نہ ہی ڈاکٹر شکیل اوج پر کوئی فتویٰ لگایا ہے، نہ ہی اکابر اور اجماع کی دلیل سے ڈرایا ہے۔انہوں نے قرآن حکیم کی نص قطعی سے ڈاکٹر شکیل اوج کے فلسفہ کی غلطی اور غیر علمی استدلال کو واضح کیا ہے، اس کے جواب اور تائید میں اجماع اور جمہور کی دلیل کا اضافہ میں (آنجناب) نے کیا تھا۔لہٰذا منطقی اعتبار سے ڈاکٹر شہباز منج کی اس نقد کا سزاوار اگر کوئی ہے تو وہ صرف اور صرف میں (آنجناب) ہوں۔قرآن حکیم کی محکم آیت کی بنیاد پر مولانا سنبھلی نے ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم کے موقف کو ’’نا قابل توجہ‘‘ کہا ہے تو یہ ایک قابل فہم، معتدل اور معقول ردعمل ہے جس کی غیر معقول انداز میں اتنی شدید تردید کا جواز نہ تھا۔آنجناب کی ذات گرامی اور الشریعہ کے بارے میں ہمارے دل میں پائی جانے والی خوش گمانی اس وضاحت کا تقاضا کرتی ہے۔امید ہے آنجناب بدگمانیوں کو ہوا دینے والے امور کا ضرور ازالہ فرمائیں گے۔

محمد رشید

abu_munzir1999@yahoo.com